

עזרה

تفسير

الجزء الثاني على ما في القرآن

٨١٢ ألفه

المفتقر الى الله الصمد السيد

احمد غفر الله له ولوالديه

واحسن اليهما

واليد

محمد بن الحسن
حميد بن الحسن
مروان بن الحسن

طبع في المطبع المسمّى بمقيد الكائن في مكة

بإدارة المنشئ محمد تاجر على خازن في سلمه المنان

سنة ١٣٠٩

تفسير

الجزء والجان على ما في القرآن

الفه

المفتقر الى الله الصمد السيد

احمد غفر الله له ولوالديه

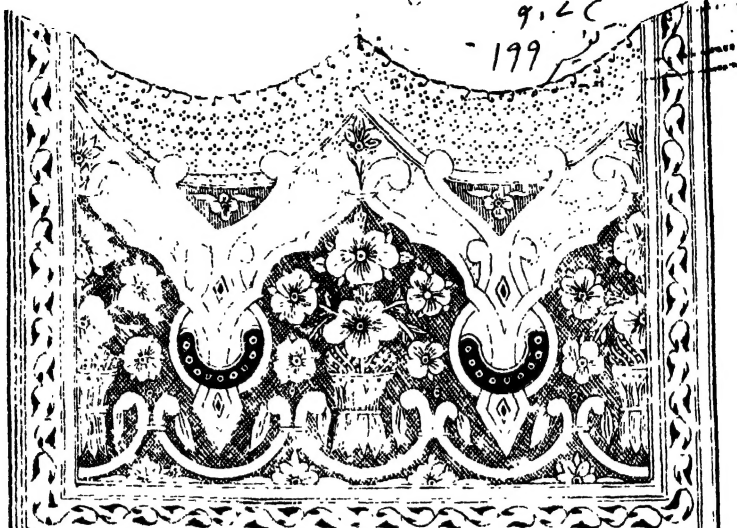
واحسن اليهما

والبيه

طبع في المطبع المسماة بمفيد الكائن في مكة

بإدارة المشيخ محمد قادر على خاوص في سلمه المنان

سنة ١٣٠٩ هـ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَمَّا بَعْدُ - اس رسالہ میں ہمارا مقصد جہن اور انس کے الفاظ سے جو قرآن مجید میں آئے ہیں بحث کرنا ہے۔ مگر جس جگہ قرآن مجید میں جہن یا جان کے لفظ کا شیطان پر اطلاق ہوا ہے۔ اس سے اس رسالہ میں بحث مخصوص زمین ہے کیونکہ وہ بحث درحقیقت شیطان سے متعلق ہے۔

ہمارے نزدیک صرف تین مقام ہیں جہاں قرآن مجید میں جہن یا جان کا لفظ شیطان پر اطلاق ہوا ہے۔

اَوَّل - سورہ کہف میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وَاذْقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ السُّجْدَ وَاِلٰٓءِمْ فَسَجَدَ وَاِلَّا الْاِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ۔

دَوِّم - سورہ حجر میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ

من حماء صنون والجان خلقناہ من قبل من ناد الثموم۔
 سُورۃ الرحمن میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ خلق الانسان من صلصال
 کافخار وخلقہ الجان من مارج من نار۔
 ان تینوں مقاموں میں اول انسان کے پیدا کرنے کا ذکر ہے اور سورہ کہف
 کی آیت میں ابلیس کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور اسکو جن کہا ہے۔ اور سورہ
 اءاف کی آیت میں آدم کو سجدہ کرنے میں فرمایا۔ فسجدوا لآلایس لم یکن من الساجدین
 قال ما منعک ان لا تسجد اذا امرت قال انا خیر منه خلقتی من نار و
 خلقتہ من طین۔

پس سورۃ الحج اور سورۃ الرحمن میں جو انسان کے متنی یا کیچڑ سے پیدا کر نیکی
 ساتھ جان کو بنا سے پیدا کرنا فرمایا اس سے ثابت ہے کہ جان سے وہی ابلیس
 مراد ہے جسے کہا۔ خستنی من نار و خلقتہ من طین۔

علاوہ اسکے جن اور جان دونوں ایک لفظ ہیں اور ابلیس کو سورہ کہف میں
 جن بتلایا ہے جسکا ذکر آدم کے ساتھ ہے اور ان دونوں سورتوں میں بھی جان
 کا لفظ انسان کے ذکر کے ساتھ ہے پس ان تینوں آیتوں میں جن اور جان ابلیس
 پر اطلاق ہوا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں شیطان چیم کہا گیا ہے جس سے
 جسکو اس رسالہ میں بحث نہیں ہے بلکہ اس جن سے بحث ہے جو بمقابلہ انس
 آیا ہے۔ یا جو عزومات اور منظونات باطلہ عرب میں تھا۔

جبکہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عاب جاہلیت کا بکایا متوسلین یہودیوں اور
مجوسیوں کا بھی یہ خیال تھا کہ ماوراء انسان کے ایک اور مخلوق بھی ہوائی
تاری ہے جو دکھائی نہیں دیتی اور وہ دنیا میں اور انسان کو بھلائی یا بُرائی پہنچانے
کی بالکل قدرت رکھتی ہے اور متشکل باشکال مختلف ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کسیکو
دکھائی بھی دے جاتی ہے۔ تو ہم کو اس بات کے بیان کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے
نہ اسکی کچھ ضرورت ہے۔ کہ یہ غلط اور یہ وہ خیال کب اور کس سبب سے پیدا ہوا اور
زمانہ جو جو گذر گیا یہ غلط خیال کس طرح پر اور کین کین مختلف صورتوں سے لوگوں
میں عام ہوتا گیا۔ کیونکہ ہم کو اس رسالہ میں انسان کے خیالات کی جڑ سے ہی تباہ
کرنی مقصود نہیں ہے بلکہ صرف اس بات کو بتلانا ہے کہ قرآن مجید میں جو لفظ جن
آیا ہے وہ کن معنوں میں اور کس مراد میں آیا ہے۔

ہم اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ صرف پانچ مقام پر قرآن مجید میں
جن کا لفظ بمعنی مژغوم اور مظنون عرب جاہلیت کے آیا ہے مگر انکا عقبہ رد
کرنیکے لیے اور اسلئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کسی ایسی مخلوق
کا وجود جسکا خیال عرب جاہلیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ پانچ مقام یہ ہیں۔
اول۔ سورہ انفام میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وجعلوا للہ شراکاء الجن
وخلقهم وخرقوالہ بنین وملت بغیر علم سبحانہ وتعالی عما یصفون۔
اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جن سے مراد شیطان ہے۔

اور اس سے مجوس کی طرف اشارہ ہے جو اسہرمن اور یزدان پر عقدا رکھتے تھے اور یزدان کو خالق افعال اور مخلوقات نیک اور اسہرمن کو خالق افعال و مخلوقات بد سمجھتے تھے۔ اور خرقوالہ بنیین سے اشارہ ہے یہود اور نصاریٰ کی طرف جنہوں نے حضرت عذیر اور حضرت مسیح کو ابن اللہ قرار دیا تھا۔ اور بنات سے اشارہ ہے دیگر مشرکین عرب اور مت پرستوں کی طرف۔ ہم اس تفسیر سے کچھ انکار کرنا نہیں چاہتے مگر یہ کہتے ہیں کہ بلحاظ اس تفسیر کے یہ آیت بھی ہماری بحث سے خارج ہو جاتی ہے اور ان تین آیتوں میں شامل ہو جاتی ہے جنکو ہم نے پہلے سے اول بیان کیا ہے اور جنہیں لفظ جن و جان سے شیطان مراد لگی ہے۔

مگر چونکہ ہم کو اس آیت میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے ہم شرکاء الجن کو مخصوص مجوسیوں سے اور ان کے اعتقاد اسہرمن و یزدان سے سمجھیں اس لئے اس کو عام مشرکین سے متعلق سمجھتے ہیں اور اس لئے لفظ جن کے وہی معنی لیتے ہیں جو موعومات و مخلوقات عرب جاہلیت کے تھے۔

وَمَلَقَمَ یعنی واللہ خلقکم کی ہمیشہ مشرکین کی طرف راجع ہے یعنی حالانکہ خدا نے اونکو یعنی شرک ٹھہرایا اونکو پیدا کیا ہی اور پھر وہ جنوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔
وَوُوم۔ سورہ سبا میں جہاں خدا نے فرمایا ہر یوم ہمیشہ تم جمیعاً اثم یقول للملائکۃ ہلوا یا اثم کا نوا بعد دن فالو اسما نکت انت ولینا من دوزنہم بل کا نوا بعد دن الجن الازہم ہم مؤمنون۔

سوم۔ سورہ جن میں جہان خدا نے حکایتاً کافرون کا قول اور دیکھا عقیدہ باطل نقل کیا ہے یعنی جن کافرون نے چھپکرا نہخت جملہ کو قرآن پڑھتے سنا تھا اور اس کے بعد اپنے عقائد باطل کو بیان کیا تھا اور دیکھا باطل ہونا اور ان کے دلیمن آیا تھا تو انہوں نے اپنے اوں عقیدہ کو اس طرح پر بیان کیا۔ وانا ظننا ان لن نقول الا نس والجن علی اللہ کذابا۔ وانه کان رجال من الانس یعودون برجال من الجبر فزادوهم رهقا۔

چہارم۔ سورہ نمل میں جہان خدا نے کافرون کی زبان حال سے جبکہ وہ آگین ڈالے جاؤ گئے حکایتاً فرمایا ہے یعنی اے پرویزگار ہمیں اور کون جن اور انس میں رہنا اور ان الذین اضلنا من الجبر والانس دیکھا وہ جنہوں نے بہکوا گراہ کیا کہ ہم ان کو نفع لہما تحت اقدامنا لیکون من الاسفلین اپنے پائوں تلے والین تاکہ وہ روئند ہوئے ہو جاویں۔

اگرچہ ان دونوں پچھلے مقاموں میں بھی خواہ خواہ یہ سرور زمین ہے کہ لفظ جن سے وہی مخلوق مرعومہ و مظنونہ سمجھی جاوے بلکہ یہاں بھی جن کا لفظ جنگل و پہاڑوں کے رہنے والوں پر بھی صادق آتا ہے۔ مگر جو کہ ان مقاموں میں کفار کے اقوال حکایتاً نقل ہوئے ہیں۔ بہکوا و ہمیں زیادہ کاوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہم معہم فی النار۔ پنجم۔ سورہ صافات میں جہان کافرون کا خدا کے ساتھ جنوں کا ناما رشتہ ٹھہرانے کا بیان ہے اور جسکو خدا تعالیٰ نے روکیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ وجعلوا بینہ و بین الجنة نسیا۔ ولقد علمت الجنة انہم لم یحضرہ۔

عرب جاہلیت جنوں کی متعدد قسمیں سمجھتے تھے اور ہر اوزنیک ارواحوں کو بھی اوس طرح خیال کرتے تھے جس طرح جنوں کی مزرعہ و مظنون مخلوق کا خیال کرتے تھے اور ان ارواحوں کی بھی مثل جنوں کے پریش اور افسے بھی نیکی و بدی پہونچنے کا یقین کرتے تھے۔ اوی کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ولقد علمت الجنت یعنی ارواح اشخاص جسکی پریش و ہر تے ہین وہ خود جانتے ہین کہ خدا کے سامنے حاضر کیئے جاوینگے۔ یعنی مجبور و مملوم ہین اور قابل پریش نہیں ہین۔

ان آیتوں میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اس جگہ لفظ جن سے وہی جن مظنونہ سبب جاہلیت مراد ہے۔ مگر ان آیتوں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کوئی ایسی مخلوق جیسا کہ عرب جاہلیت جنوں کی نسبت خیال کرتے تھے حقیقت مخلوق ہوئی ہے۔

ان آیتوں کے سوا جہان جہان قرآن مجید میں لفظ جن آیا ہے اوس وحشی اور جنگلی انسان مراد ہیں جو شہروں سے دور اور جنگلوں و پہاڑوں اور ویران میدانوں میں ٹھہرے رہتے تھے جسکے سبب سے اوپر جن کا استعمال ہوتا تھا۔ ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ عرب جاہلیت باوجودیکہ انہیں جن مزرعہ و مظنون کا خیال بہت عام ہو گیا تھا اور غلبہ پا گیا تھا مگر وہ جنگلی و پہاڑی آدمیوں پر بھی جن کا اطلاق کرتے تھے عربی زبان کے لغت کی کتاب میں بہت زانہ بعد تالیف ہوئیں اور جیسا کہ عام دستور ہے کہ زانہ گذرنے پر زبان میں اور خیالات و استعمالات میں تغیر ہوتا جاتا ہے اور بہت سے قدیم لفظ اور ان کے معنی اور استعمالات ضائع ہو جاتے ہیں ویسا ہی عربی زبان میں ہوا اور جن کا استعمال وحشی و جنگلی انسانوں کے بدلے مزرعہ و مظنونہ جنوں پر نہایت

کثرت سے ہو گیا۔ اس لئے جہاں لفظ جن کا قرآن مجید میں یا اشعار جاہلیت میں آیا اور اس کے معنی
 اسی جن مزمومہ و مظنونہ کے سمجھ اور وحشی انسانوں پر اس کے استعمال سے ذہول ہو گیا۔ مگر ہم
 ایسی مثالیں اشعار جاہلیت کی پیش کریں گے اور جو حالات اور کئی نسبت بیان ہوئے ہیں اور کون نقل
 کریں گے۔ سنکے بعد اس بات میں کہ جن کا لفظ وحشی و جنگلی انسانوں پر بولا گیا ہے کچھ شبہ نہ رہیگا۔

نہنہ اس مقام پر جو لغات عرب اور ان کے معنی اور استعمالات کے ضمایع ہونے کا ذکر کیا
 یہ کچھ ہمارا خیال نہیں ہے بلکہ بہت سے علمائے ترقدین کا بھی یہی خیال ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب المزہر میں ایک باب منعقد کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ

باب القول على ان لغة العرب لم تنته اليها بليتها عرب کے کُل لغت ہم تک نہیں پہنچے اور جس قدر

وان الذي جاء ناعن العرب قليل من كثير پہنچے ہیں وہ بہت میں سے بہت تھوڑے ہیں

من الكلام ذهب بذهاب اهلهم اور بت سا کلام اہل زبان کے مر جانے سے جاتا رہا ہے۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے علمایا و فہمین سے اکثر اس طے لگئے ہیں کہ جبکہ

کلام عرب ہم تک پہنچا ہے وہ نہایت تھوڑا ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے کہا اگر

ذهب علماؤنا و اکثرهم الى ان الذي وہ سب ہم تک پہنچتا تو بہت ہی کچھ

انهم اليها من كلام العرب هو الاقل ولو جانا ہوتا۔ اس کے بعد انھوں نے بہت سی

جميع ما قالوا لاجاء ناسع كثير وكلام كثير مثالیں دی ہیں اور اشعار لکھے ہیں

المزہری جلد اول صفحہ ۳۳۳ جتنے لغت کی تحقیق نہیں ہوئی۔

اسی کتاب میں حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ تو عرب کا عالم

(قال ابن عوف) عن ابي سعيد بن
قال قال عمر بن الخطاب رضي الله
عنه كان الشعر علم قوم لم يكن
لهم علم احسن منه فجاء الاسلام
فتشا غلبت عنه العرب وتشاغلو
بالجهاد وغزوا فارس والروم
ولهت عن الشعر وروايت فلاما
كثر الاسلام وجاءت الفتوح
واطمانت العرب بالامصار
ساجعوا رواية الشعر فلم يؤلوا
الى ديوان مدون وكتاب مكتوب
والفوائد ذلت وقد هلك من العرب
من هلك بالموت والقتل فحفظوا
اقل ذلك وذهب عنهم منه كثير
الزهرى جلد دوم صفحہ ۲۳

شعر تھا اور کوئی علم اونکے پاس اوس سے زیادہ
صحت سے نہ تھا۔ پھر جب اسلام آیا تو عرب
شعر کا خیال چھوڑ کر جہاد اور فارس اور
روم کی لڑائیوں میں مشغول ہو گئے اور
شعر سے اور اوسکی روایت سے بے پروائی
کی۔ پھر جب اسلام پھیل گیا اور فتوحات
ہو گئیں اور عرب نے شہروں میں قیام کیا تو
وہ شعر کی روایت پر پھر متوجہ ہوئے انکے
پاس کوئی دیوان نہ تھا اور نہ کوئی کتاب
لکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اوسکو جمع کیا
اور اہل عرب سے وہ لوگ جو موت سے
یا قتل سے مرے تھے مرچکے تھے پھر انھیں
اوہیں سے بہت ہی تھوڑا محفوظ رکھا اور
بہت کچھ اوہیں سے اونکے پاس جاتا رہا۔

ان تمام حالات کے بیان کر نیسے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو اشعار جاہلیت کہلو متیاب
ہوئے ہیں اگر اذہر غور کر نیسے ہر کوئی لفظ کے معنی یا مراد پر انھیں اشعار سے کامل

یقین ہو کہ اس کے برخلاف ہونا غیر ممکن ہو اور وہ معنی یا مراد لغت کی موجودہ کتب میں نہ پائے جاوین تو ہم اس کو غلط نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کا یقین کرینگے کہ اہل لغت سے وہ چھوٹ گیا ہے۔

اب ہم اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اشعار جاہلیت میں لفظ جن کا استعمال وحشی جنگلی۔ پہاڑی لوگوں پر ہوا ہے مگر سب سے اول ہم تورات میں سے ایک ورس نقل کرتے ہیں جس سے نہایت قدیم زمانہ سے انسان کے وہ ذوق ہونے کا ثبوت ہوتا ہے یعنی بدوی اور حضری یا وبری و مدری یا شہری و بدشتی یا سولیزڈ و باربرین۔ اور نئے لفظوں میں کو نکلا۔ اہل اور وحشی۔

عبری تورات کتاب پیدائش باب ۲۵۔ ورس ۲۷ میں یہ عبارت ہے

וַיְהִי כִּשְׁמֹנֶה עָשָׂר שָׁנָה אֲשֶׁר הָיוּ יַעֲקֹב וְיִשְׂרָאֵל
בְּאֶרֶץ מِצְרָיִם:

وہی عیسو ایشریع صید ایش شدہ و یعقوب ایش تم یسب اہلیم۔
ترجمہ عربی مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء۔ وکان عیسو انسانا یعز الصید انسان المبریة
و یعقوب انسانا کاملا یسکن الحیام۔

ترجمہ عربی تورات سامری مطبوعہ ۱۸۵۴ء۔ وکان العیس رجلا عارفا بالصید
رجل یر و یعقوب رجلا کاملا ساکن المضارب۔

ترجمہ مطبوعہ روم ۱۶۷۱ء۔ وصار عیسو رجلا بصیرا فی الصید و انسانا

ماواہ الدباری فامّا یعقوب رجل سلیم کان ساکناً فی الحجا۔

ترجمہ زبان عربی مطبوعہ لندن ۱۸۵۷ء۔ صار عیسو رجلاً بصیراً فی الصّید

بریاو کان یعقوب رجلاً سلیم اہلیا۔

عبری لفظ شدہ کا ترجمہ سب نے جنگلی یا صحرائی کیا ہے۔ اس ورس سے انسانوں کی تفریق اہلی اور وحشی ہونے کی نہایت قدیم زمانہ سے معلوم ہوتی ہے۔ اہل زمین یہودیوں کو کسی ایسی مخلوق غیر مرئی کا جسکو عرف عام میں جن کتے میں خیال نہ تھا۔ مگر یہودیوں کے ہاں یون یعنی عالمیق وغیرہ بت پرست تو مومن میں یہ خیال ضرور تھا اور وہ لوگ ارواحوں اور مخلوق غیر مرئی کو بطور معبود کے پوجتے تھے اور انکو جنگلوں اور پہاڑوں میں ساکن سمجھتے تھے اس لئے توریت میں حضرت انبیا میں ان ارواحوں اور مخلوق غیر مرئی منظونہ بت پرستوں اور نیراونکے بتوں پر بھی شدہ و شدید کیم کا اطلاق کیا گیا۔

عرب جاہلیت جن کا اطلاق کو مخلوق مزعومہ و منظونہ غیبیہ مرئی پر کرتے تھے مگر انکے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسکا اطلاق وحشی و جنگلی انسانوں پر بھی کرتے تھے اور یہ متعدد دلیلوں سے ثابت ہے۔

اول۔ صحاح جوہری میں انّس کے معنی جو الف و نون کے زبر سے ہے

الحی المقیمون کے لکھے ہیں یعنی انسانوں کے وہ قبیلے جو مکہ شہر میں اور قصبوں میں رہتے ہوں جنکو حضری۔ یا مدری۔ یا شہری۔ یا سولینیو۔ یا اہلی سے تعبیر کیا جاتا ہے

اسکے بعد لکھا ہے اَنَس جو الف کے زیر اور نون کے جزم سے ہے اونہیں منون
میں آتا ہے اور اوکی سند میں انخس نے یہ شعر پڑھا

اقواناری فقلت منون انتم	فقالوا الجن فقلت عمو اظلاما
وہ میرے الاؤ کے پاس آئے میں نے ان سے کہا کہ تم کون ہو	انہوں نے کہا ہم جن ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہاری زبانوں لڈرے
فقلت ان الطعام فقال منهم	زعيم غسد الان الطعاما
پھر میں نے ان سے کہا آؤ کھا نا کھاؤ۔ تو انہیں جو نہ راتھا	اوسنے کہا کہ یہ انس یعنی شہر و کن رشتہ والوں کی نے سپرد کرتا ہے

ان اشعار میں جن کا لفظ اَنَس کے مقابل میں واقع ہوا ہے اور جب اَنَس کے
معنی الحی المقیمون کے یعنی شہری لوگوں کے ہیں تو اوکے مقابل الحی الغیر المقیمین
کے یعنی جنگلی و وحشی آدمیوں کو قرار دینا زیادہ تر قرین قیاس ہے تاکہ تقابل صحیح
رہے اور اسلئے ان اشعار میں جن بمعنی وحشی و جنگلی آدمیوں کے ہونا چاہیے
دوم۔ شیخ عبدالقادر بن عمر بغدادی نے کتاب خزائن الادب میں اسی قسم
کے شعر جبرع بن سنان النسانی کے نقل کئے ہیں اوکی تحقیق میں وہ قصیدہ
جسکے مذکورہ بالا اشعار ہیں میمیتہ قصیدہ نہیں ہے بلکہ حاسیہ قصیدہ ہے جبرع بن
سنان کا جو ایک مشہور شاعر زائدہ جاہلیت کا تھا اور اوکے مندرجہ ذیل اشعار سے
زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے کہ جن کا اطلاق وحشی جنگلی آدمیوں پر ہوا ہے اور وہ اشعار یہ ہیں

اقواناری فقلت منون انتم	فقالوا الجن فقلت عمو اصباحا
میرے الاؤ کے پاس آئے تو میں نے کہا کہ تم کون ہو	تو انہوں نے کہا کہ جن (یعنی جاہلی) میں نے کہا کہ تمہاری صبح اچھی ہو

نزلت بشعب وادی الجن لما	رایت اللیل قد نشر الجناحا
مین وادی الجن کی گھاٹی میں آتا تھا جبکہ رات اپنے پر پھیلا دیئے تھو یعنی رات کا اندھیرا چھا گیا تھا اسلئے زمین پر سڑا تھا۔	
انیتهم غریبا مستضیفا	راواقتلی اذا فعلوا جناحا
میں انکے پاس گیا بطور ایک نازکے مہمان کے اور انھوں نے میرا تڑا لٹا کر وہ ایسا کرتے ایک گناہ خیال کیا	
اتونی سا فرین فقلت اهلا	رایت وجوہهم وسما صباحا
پھر وہ میرے پاس چلا آئے تو میں نے کہا مبارکیاد۔ مجھ کو انکے چہرے شہادت میں صبح کے سے روشن معلوم ہوئے	
خرت لهم وقلت الا هلموا	كلوا صقا طمیت لكم سماحا
میں نے انکے لیے اونت ذبح کیا اور کہا کہ ہن آؤ اور کچھ مینے تمہارے لیے فراخ حوصلگی سے بکایا ہر اس کو کھاؤ	
اتانی قاشرو بنو ابیہ	وقد جن الدّٰجی واللّیل لکھا
میرے پاس قاش اور اسکے باپ کی اولاد آئی۔ اور تاریکی چھا گئی تھی اور رات ظاہر ہو گئی تھی	
فنازعنی الزّجاجة بعد وھن	مزجت لهم بها عسلا وراحا
اوسنے زلاٹھ کر شراب کے پیالہ میں چھینا چھانی کی۔ اور مینے انکے لیے شراب میں شہد ملا دیا تھا	
اب یہ کہہ دینا کہ وہ سب جن ہی تھے اور جئون ہی نے باتین کی تھیں اور اونٹ کا گوشت کھایا تھا اور شراب پی تھی کسی ذی عقل کا تو کام نہیں ہے۔	
سوم۔ جوہری نے لفظ رون کے بیان میں لکھا ہے کہ انّس الف ونون کے برے جن کے مقابل اشعار میں آیا ہے اور شیعر نقل کیا ہے۔ اوجب جن کا لفظ انس یعنی شہری کے مقابل میں آیا ہے تو جن کے لفظ سے وحشی	

قرار دینا نہایت قرین قیاس ہے۔

ولا انزل واروان وذو نجل	بہا حاضر من بنی جن یروعه
اور نہ کوئی شہر کا رہنے والا تھا غل غبار مچا بیولا	یعنی وہاں وہ حاضر تھا بغیر کسی جن کے کہ درانا اوکو

چہارم۔ خزائنہ الادب میں درقہ بن نوفل کا شیعہ نقل کیا ہے۔

ولا سلیمان اذ دان الشعوب له	الجن والانس تجری بیلہا البرد
-----------------------------	------------------------------

اور سلیمان جب کہ مطیع ہوئے قبیلہ اسکے لیے۔ یعنی جن اور انس آتے جاتے تھے انہیں قاصد

خزائنہ الادب میں اس شعر کی شرح میں لکھا ہے کہ شعوب جمع ہے شعب کی اور وہ الشعوب جمع شعب بفتح و سکون وهو وہ میں جو شعب شعبہ ہوتے ہیں یعنی جو ما تشعب ای تفرق من قبائل العرب متفرق ہو گئے عرب اور عجم کے قبیلوں میں والجم ویتہ منہما بقولہ الجرح والانس۔ اور شاعری نے انھیں کیطرت جن اور انس (خزائنہ الادب جلد ثانی صفحہ ۳۰) لکھ کر تصریح کی ہے۔ اور یہ شعر صمان اس بات کی دلیل ہے کہ جن اور انس کا لفظ انسانوں پر بولا گیا ہے۔

پنجم۔ نابنہ و بیانی کے دیوان میں یہ شعر ہے۔

لقد قلت لنعمان یوم لقیۃ	یرید بنی جن ببقہ صا دس
البتہ میں نے کہا نعمان سے جس دن کہ میں اوس سے ملا	وہ بنی جن کے کو تمام صا دس کے لکے لکے میان میں
تجنب بنی جن فان لقاہم	کریہ وان لم تلاق الا بصا بر
علی وہ بنی جن سے بچو شک ان کے مقابل ہوتا	میرا ہے اگرچہ نہ ملے تو مگر صا بر آدمیوں کے ساتھ

اس شعر کی شرح اسطرح پر کی ہے کہ مینے اوسکو کہا کہ علیی و رہ بنی جن سے
 قلت له تجنب بنی جن فان لقاہم مکروا | بیشک اونکا مقابلہ بڑا ہے اور اگر تو
 وان لم تلقہم الا برجل صابر شیدا | اونکا مقابلہ نہین کریگا مگر ساتھ ساتھ ایسے شخص کے
 فی الحرب برید اٹھ اشد صبرا | جو نہایت متقل ہوڑائی مین - شاعر کا
 ممن یلقاہم وان بلغ فی الصبر الغایۃ | اس کہنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ بہت
 زیادہ متقل ہیں اوس سے جو اونکے مقابل ہو اگرچہ وہ متقل رہے مین کتنے ہی
 انتہا کے درجہ تک پہنچ گیا ہو۔

قبل اسکے کہ ہم اس پر کچھ اور زیادہ لکھیں یہ کو بیان کرنا چاہیے کہ عرب مین
 بہت سے قبیلے تھے جو بنی جن کہلاتے تھے یا اور طرح پر جن کے لفظ سے
 منسوب تھے جیسے جنی وغیرہ۔ اس قسم کے نام ہونے ایک عام قاعدہ تمدن کے
 مطابق تھا کیونکہ جب تمدن کو وسعت ہوتی جاتی ہے تو ہر جگہ کے لوگ تمدن مین
 ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور شہر اور قصبے خود بھی آباد کرتے ہیں۔ اور شہر اور قصبے
 جو آباد ہو گئے ہیں ان مین بھی اگر سکونت اختیار کرتے ہیں گراؤ کا قدیم لقب باقی رہتا ہے
 اسکی مثال ہندوستان کی قوموں مین جو ہماری آنکھ کے سامنے ہیں بخوبی
 سمجھ مین آسکتی ہے۔ پہاڑی لوگ جب کمین شہر یا قصبے مین آباد ہو جاتے ہیں
 ہمیشہ اونکا لقب پہاڑی چلا جاتا ہے۔ پنجاب کے لوگ دوسرے ملکوں مین آباد
 ہو گئے ہیں باوجود گذرنے پشتون کے پنجابی کہلاتے ہیں۔ جاٹ جو مغربی

سرحد سے آکر آباد ہوئے ہیں اور معلوم نہیں کہ کتنی پشتیں اونکی گذر گئیں مگر پچھادی
 کھلائے جاتے ہیں۔ اس طرح پر جب وحشی جنگلی لوگ عرب کی بستیوں میں آکر
 آباد ہوئے تو وہ لوگ اوسى قدیمى نام سے موسوم رہے۔ علاوہ اسکے ایک
 قوم کے زن یا مرد کی دوسری قوم کے مرد یا عورت سے شادی ہو جانے سے
 ایک جدا شلخ اوس قوم کی ایک جدا لقب سے پیدا ہو جاتی ہے پس اس عام قاعدہ
 تمدن سے عرب بھی خالی نہ تھا۔ عرب میں ایک دستور آپس میں قوموں کے حلیف
 ہونے کا تھا اور حضریوں کا بدویوں یا مدریوں کا وبریوں سے حلیف ہونا کوئی
 ایسی بات نہیں ہے جس سے انکار ہو سکے اور اسی سبب سے بعض لوگ بنی جن اور
 اور بعض اونکے حلیف کہلاتے تھے۔ پس اس شعر میں بنی جن کا لفظ اونھیں
 قدیم وحشی جنگلی آدمیوں پر اطلاق ہوا ہے جنھوں نے ہمدوزبانہ کی قدرت تمدن اختیار
 کر لیا تھا اور بعض مقاموں پر غصہ کر لیا تھا مگر اپنے لقب بنی جن سے مشہور تھے۔
 اس شعر میں جس لڑائی کا ذکر ہے شراح دیوان نابغہ نے اوسکو اس طرح پر بیان کیا ہے
 قال الوزير ابو بكر قال ابو الحسن وزیر ابو بکر نے کہا کہ ابو الحسن نے یہ کہا کہ
 اراد النعمان ان يغزوا بنى جرهم نعمان نے ارادہ کیا کہ بنی جن پر چڑھائی کرے
 قوام من بنى عدل وقد كانت بنو عدل قوم من بنى عدل
 قبل ذلك قتلوا رجلا من اور اس سے چلے بنی عدلہ نے ایک
 طى يقال له ابو جابر واخذوا آدمی بنی طے کو جسکا نام ابو جابر تھا مار ڈالا تھا

امراتہ وغلبوا علی وادی القری
وہو کشید النخل فقال التائبۃ
ممداح بنی عذرہ وکانہم
مادحا (وقال) ابو عبیدہ
لما اراد النعمان بن الحارث غزو
بنی جن کان التائبۃ عندہا
عن ذلک واخبرناہم فی حوۃ و
بلاد شدیدۃ فابی علیہ
فبعث التائبۃ الی قومہ یخبرہم
بغزو النعمان لہم ویا مرہم بانہم
بنی جن فلما غزاہم النعمان فی بنی
غسان التمیمت قوم التائبۃ
لبنی جن والتقوا مع آل غسان
فہزموہم وحازوا علی ما معہم من
الغنایم واسموا لبنی مرۃ بن عوف
(شرح دیوان ابن عبدلہ اول صفحہ ۴۶)
پھر اونکو شکست دی اور مال و اسباب اونکا لے لیا اور بنی مرہ بن عوف کو اوسیں حصہ دیا۔

اور اوسکی جو روکو پکڑ لیگئے تھے اور وادی القری
پر جسدین بہت سے کھجورون کے درخت ہیں
قبضہ کر لیا تھا۔ تو نابغہ نے بنی عذرہ
کی مدح کی ہے اور وہ اونکا مدح کر نیوالا تھا۔
ابو عبیدہ نے کہا کہ جب نعمان حارث کے
بیٹے نے بنی جن پر چڑائی کا ارادہ کیا تو
نابغہ اوسکے پاس موجود تھا اوسنے اُسکو
چڑائی کر نیسے منع کیا اور اوسکو بتلایا کہ وہ
سنگستان میں ہیں اور اونکا ملک بھی نہایت
سخت ہے۔ یعنی وہاں جانا سخت مشکل
ہے مگر نعمان نے انکار کیا۔ پھر نابغہ اپنی
قوم کے پاس گیا تاکہ وہ نعمان کی چڑائی سے
اونکو خبر دے اور اوسنے کہے کہ بنی جن کی مدد
کرین۔ پھر جب نعمان نے بنی غسان کے
ساتھ اونپر چڑائی کی تو قوم نابغہ کی بنی جن
مٹ بھیر ہوئی اور آل غسان کا مقابلہ کیا
پھر اونکو شکست دی اور مال و اسباب اونکا لے لیا اور بنی مرہ بن عوف کو اوسیں حصہ دیا۔

اب کیا کسی ذلیل کا کام ہے کہ بنی جن سے انسان نہ سمجھے بلکہ انکو ایک قوم مزاہم و مظلومہ مخلوق غیر مری سمجھے۔

ششم۔ شرح دیوان نابغہ مین لکھا ہے کہ بنی اسد اور بنی زبان عرب کے دو قبیلے تھے مگر ایک واقعہ کے سبب بنی اسد بنی زبان کے حلف سے علیحدہ ہو گئے اور پھر نابغہ نے کہا۔

کانک من جمال بنی اقیش	یقنع خلت رجلیہ بشن
یعنی گویا کہ تو بنی اقیش کی اڑتیوں میں ہے	کہڑکڑا باجا اس کے پاؤں پہ چھو کھڑکڑا سکینہ ہے

تاج العروس شرح قاموس مین لکھا ہے کہ بنی اقیش کی اونٹنیاں اچھی نہیں تھیں
جمال بنی اقیش غیر حقائق منفرد
اور ہر چہ سے بھگتی تھیں اور وہ منسوب
کل شئ منسوبۃ الی حی من الجن یقال
ہیں ایک عرب کے قبیلہ بنی جن سے جنگو
لحم بنو اقیش والنشد سبویہ۔
کہا جاتا ہے بنو اقیش اور اسکی سندھین
سبویہ نے یہی شعر پڑا تھا۔

یہ بات بہت صاف ہے کہ بنی اقیش جنگون اور پہاڑوں میں رہتے ہوئے اور
جیسے کہ جنگل کے رہنے والوں کی مویشی غیر مانوس اور ہر چہ سے بدکنے والے ہوتے
ہیں بنی اقیش کی اونٹنیاں بھی ہر چیز سے بکتی اور بھگتی ہو گئی۔ اسلئے کسی کے
کسی سے علیحدہ ہونیکے لیے جمال بنی اقیش بطور ضرب المثل کے ہو گیا۔

صحاح جوہری اور شرح قاموس دونوں میں لکھا ہے کہ اقیش قوم من العرب

قال السهيلي في الروض - آل ايش
يحتل ان تكون قبيلة من المؤمنين
ينسبون الى ايش واحسبه اراد
بال ايش يبنی اقيش و هم
حلفاء الانصار من الجن -
یعنی اقيش عرب کی ایک قوم ہے اور
آل ایش کی نسبت لکھا ہے کہ سہیلی نے
روض میں لکھا ہے کہ آل ایش غالباً ایک
قبیلہ مسلمانوں کا ہے جو منسوب ہے ایش
کی طرف اور انہوں نے خیال کیا ہے آل ایش
سے بنی اقيش کو اور وہ انصار کے حلیف تھے جن میں سے اور اقيش ابن ذهل
اور نكس شاعرون میں سے تھا۔

سید ابی ہشام میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبیلوں کو بتوں کی
(قال یعنی عبد العزی بن عبد المطلب ابولہب)
یا بنی فلان ان هذا الرجل انما یدعواکم
الى ان تسلموا لللات والعزى مراغباً فكم
وحلفاء کم من الجن من بنی مالک
بن اقيش الى ما جاء به من البدعة
والضلالة فلا تطيعوا ولا تسمعوا منه
(قبیلہ بنی مالک بن اقيش سے) چھوڑ کر اس بدعت و گمراہی کی طرف آؤ جو وہ
لایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنی مالک بن اقيش اہل مکہ کے حلیفوں میں سے تھے۔
اب سوال یہ ہے کہ بنی جن جو قوم بنی عذرہ میں سے تھے اور بنی نعمان لڑا

اور آل ایش یا بنی اُتیش جو انصار کے حلیف تھے اور بنی مالک بن اُتیش جو اہل مکہ کے حلیف تھے یہ سب وہی جن مزمومہ و مظنونہ تھے جنکی نسبت کہا جاتا ہے جسم ناری حساس متحرک بالارادۃ متشکل بالشکل مختلفہ حاشا وکلا۔ یہ وہی جن ہن جنکی نسبت خدا نے فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون۔

اب ہم سمجھتے ہیں کہ سہمنے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ زائدہ جاہلیت میں جن کا اطلاق وحشی و جنگلی قوموں پر اور ان قوموں پر جو دراصل پہاڑی وحشی تھے مگر رفتہ رفتہ تمدن کی ترقی ہو نیسے انھوں نے بھی تمدن اخستیا کر لیا تھا اور قدیم سویلر و یا شہری قوموں سے حلیف ہو گئے تھے ہوا ہے اور وہ سب انسان تھے اور وہ وہی اور خیالی وجود جنکی عرب پریش کر تے تھے اور جنکو یہ سبب مخفی ہو نیکیے جن سے تعبیر کرتے تھے بالکل ایک علیحدہ و ہم اور خیال تھا۔ اور نہ قرآن مجید سے کسی ایسی مخلوق کا وجود ثابت ہوتا ہے جیسا کہ محقق جنوں کے وجود کا خیال کرتے ہیں۔

پس جب تک کہ ایسی مخلوق کا مخلوق ہونا قرآن مجید سے ثابت نہ کیا جاوے تو لفظ جن سے ایسی واقعی مخلوق مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن مجید میں جہاں لفظ جن آیا ہے اوس سے وہی وہی اور خیالی وجود غیب موجود سمجھنا محض غلط اور بیجا ہے اب ہم قرآن مجید کی ان باقیماندہ آیتوں کو بیان کریں گے جنہیں لفظ جن کا اطلاق بمعنی وحشی اور بری انسانوں پر آیا ہے۔ و بستعین۔

پہلی آیت۔ سورۃ زاریات میں خدا فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس

اَلَّا لِيَعْبُدُوْنَ - جسکا صان مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو دُشمن میں رہنے والے ہوں یا جنگوں اور پہاڑوں میں بسیر کر نیا لے سب کو پیدل کیا کر کہ خدائی عبادت کریں۔

دوسری آیت - خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ وَرَکَّابٌ اِخْفَانٍ - سورہ فصلت اور سورہ احقاف میں فرماتا ہے۔
 قد خلت من قبلکم من الجن والانس انہم کانوا خسرین - سورہ فصلت
 میں خداؤں کو گون کا ذکر کرتا ہے جو ایمان نہیں لائے۔ اور سورہ احقاف میں
 خدا نے ایک مثال ایسے شخص کی دی ہے جو خدا پر ایمان لایا اور باپ مان کے
 ساتھ عینے اسکو چنا اور دودھ پلایا احسان کیا اور اسٹھے کام کیے اور دوسری
 مثال ایسے شخص کی دی ہے جو مان باپ کے ساتھ گستاخی و بیزبانی سے
 پیش آیا اور ایمان نہیں لایا اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن پر عذاب کا سچا وعدہ ہوا
 اور گن گرو ہوں میں داخل ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جن اور انس
 یعنی ہر قسم کے انسانوں سے کہ وہ نقصان پاتے تھے۔

تیسری آیت - سورہ اعراف میں خدا نے فرمایا ہوں اَدْخُلُوا فِیْ اِمَمٍ قَدْ خَلَتْ
 مِنْ قَبْلِکُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ - یعنی خدا تعالیٰ نے کافروں کی زبان حال
 سے اول یہ فرمایا کہ جب خدا کے بھیجے ہوئے اونکی زبان بھانے کو آویگے
 تو پوچھیں گے کہ وہ کمان میں جنکو تم پوچھتے تھے تو کہیں گے کہ وہ تو کھوئے گئے
 اور اپنے کفر یقین کرینگے خدا کیلکہ کہ ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزرے ہیں

جن اور انس سے یعنی ہر قسم کے انسان سے آگ میں داخل ہو۔

چوتھی آیت۔ خدا تعالیٰ سورہ انفار میں فرماتا ہے۔ یا معشر الجن والانس۔

یعنی اسے شہر کے رہنے والو اور جنگل اور پہاڑ میں بسیر کرنے والو۔ اللہ یا تم کو

مرسل منکھ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید انسانوں کے لیے نازل ہوا ہے اور زمین جہنم

انبیا اور رسل کا ذکر ہے اور انہیں کا ہے جو انسانوں کے لیے مبعوث ہوئے

تھے۔ برخلاف ان خصوص صریحہ کے یہ کہنا کہ مخلوق موجد اور موجد میں

بھی اور انہیں میں سے ان کے رسول آئے تھے یا یہ کہنا کہ یہی انبیا ان کے لیے

بھی رسول تھے کوئی سلیم العقل تو نہیں قبول کر سکتا۔

پانچویں آیت خدا تعالیٰ اسی سورہ انفار میں فرماتا ہے۔ لقد اذنا

لجہنم کثیرا من الجن والانس لهم قلوب لا یفقهون بہا ولهم اعین

لا یبصرن بہا ولهم اذان لا یسمعون بہا اولئک کا لانعام بل ہم

اضل اولئک ہم الغافلون۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ پہنچے ہتھوڑوں کو جن اور

انس میں سے یعنی مذہب وغیر مذہب انسانوں میں سے دوزخ کے لیے

بھیجا دیا ہے۔ یہ اسلئے فرمایا کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا والفسہم

کانوا یظلمون۔ یعنی وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے۔ اس آیت میں اس کی

تفصیل کی ہے کہ ان کو دل دیا ہے سمجھنے کو مگر وہ اس سے نہیں سمجھتے۔

اونکو آنکھیں دی ہیں گردہ اونسے نہیں دیکھتے۔ اونکو کان دیئے ہیں گردہ اونسے نہیں سنتے یہی لوگ ہیں جو پاپوں کی مانند بلکہ اونسے بھی زیادہ گمراہ کیونکہ یہ سب چیزیں جو چوپایوں کو دی ہیں وہ تو اونکو اون کا مومن لاتے ہیں جتنے لئے اونکو دی گئیں ہیں اور یہ لوگ اونکو کام میں بھی نہیں لاتے یہی لوگ ہیں غافل۔

کس خوبی اور فصاحت اور دل میں اثر کر نیوالے طریقے سے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ہر قسم کے انسانوں کا مذهب ہوں یا غیر مذهب۔ شہری ہوں یا جنگلی پہاڑی۔ حال بیان کیا ہے۔ خدا سمجھے ان لوگوں سے جو ان تمام خوبیوں کو غارت کر کے جن کے لفظ سے ایک وجود غیر مرئی اپنی مروجہ مظلومہ غیر موجود کو سمجھتے ہیں والحق ان لھم قلوب لا یفقهون ہما ولھم اعین لا یبصرون ہما ولھم اذا نلا یسمعون ہما لعل اللہ یدلہم الی الحق والھدایۃ امر من لدیہ وکل امر یرجع الیہ۔

پچھٹی آیت۔ خدا تعالیٰ نے سورہ اسرہی میں فرمایا ہے۔ قل للن اجتمعوا لانس والجن علی ان یتاتوا۔ مثل هذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ یعنی کہدے اے پیغمبر اگر جمع ہو جاویں انس یعنی شہر و کج رہنے والے اور جن یعنی بدو میں جو خالص عربی زبان جاننے والے تھے اس بات پر کہ کوئی چیز اس قرآن کی مانند لاوے تو اسکی مانند نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

اسکے بعد خدا فرماتا ہے۔ ولقد اصرنا للناس فهدى القرآن من كل مثل فابى
اکثر الناس الا کفوہا۔ یعنی جنہے اس قرآن میں انسانوں کے لیے ہر طرح کی
مثالیں دی ہیں پھر اکثر آدمیوں نے ناشکری سے ان کو نہیں مانا۔ اس آیت میں
لفظ انس و جن کے بدلہ لفظ ناس فرمایا ہے جو علامہ ثابت کرتا ہے کہ پہلی آیت
میں بھی انس و جن سے ناس ہی مراد تھی نہ دیو جن موبومہ و منظونہ کفار۔
ساتویں آیت۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں فرمایا۔ وکذالك جعلنا لكل نبي
عدوا و اشیاطین الانس و الجن یوحی بعضهم الی بعض فخرق القول غرورا۔
اس آیت میں صاف صاف خدا نے فرمایا ہے کہ مدری اور وبری شیر اور
بذوات آدمی نبیوں کے دشمن ہوتے ہیں اور آپس میں بنا بنا کر چکنی چٹری باتیں بناتے
ہیں۔ یہاں جن سے وہی جن مرعومہ اور منظونہ کو قرار دینا اور نعوذ باللہ انبیا
کے ساتھ عداوت سے ان کا وسوسہ انبیا کے دلمین و الانا مراد لینا کتنا کھرافسوس
کے لائق بات ہے۔ مفسرین کی اس تفسیر کو کوئی شخص جو انبیا علیہم السلام
کی قدر و منزلت جانتا ہے تسلیم نہیں کر سکتا۔

آٹھویں آیت۔ سورۃ الرحمن میں خدا نے فرمایا۔ یا معشر الجن و الانس ان
استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات و الارض فانفذوا لا تنفذون
الا بسلطان۔ یہ آیت قیامت میں کافروں کے عذاب ہونے میں ہے اور یہ
بتایا ہے کہ وہ کسی طرح کہیں بھاگ کر عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

قرآن مجید میں اُن سرِ عوام اور مظلونہ جنوں کی نسبت کچھ بھی احکام اور دمنہا ہی کے نہیں ہیں۔ انسانوں کے لیے تو قرآن مجید میں احکام سہرے پڑے ہیں اور مظلونہ جنوں کی نسبت ایک بھی نہیں پھر وہ دوزخ میں کسوجہ سے جاویں گے اور کیوں غلبہ پاویں گے اگر انسان اذکی پرستش کرتے ہیں تو ادنکا کیا تصور ہے وہ تو کمہر گئے کہ اہم نکاذبون۔ پس کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ اس آیت میں لفظ جن سے بجز جنگلی اور وحشی انسانوں کے جو اسی طرح مکلف نہیں جیسے کہ شہری اور کوئی مخلوق مراد نہیں ہو سکتی ہے۔

نورین آیت۔ اسی سورہ میں خدا نے قیامت قائم ہونے کے حال میں بیان فرمایا ہے۔ فیمثلن الذین ظلموا انفسهم ولا جان۔ اور دوسری جگہ جو ران ہشتی کے حال میں فرمایا ہے۔ لم یطعمتم انفسکم ولا جان۔

جان اور جن ایک لفظ ہے ان آیتوں میں بوجہ حسن کلام کے بجائے جن کے جان بولا ہے۔ جو دلیل کہ ہم آٹھویں آیت میں بیان کر چکے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں بجز انسانوں کے کوئی اور مخلوق غیر مرئی اور غیر مکلف بالا حکام من القرآن مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ اور دوسری آیت میں جو ران ہشتی کی عصمت ظاہر کرنے کو تیسیم لکھی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ کسی انسان نے انکو پہلے نہیں چھوا ہے۔ وعندی ان هذا لیس الا الثقیل من نعیم الجنة التي جاء فیها لایعین رأت ولا اذین سمعت

ولا خطر علی قلب بشر۔

دسویں آیت۔ سو وہ کل میں خدا نے فرمایا ہے۔ وحشر سلیمان جنودہ من
الجن والانس والطیر وہم یوزعون۔ یعنی جمع کیا گیا سلیمان کا لشکر جن سے
اور انس سے اور طیر سے اور وہ ترتیب سے کھڑے کیے جاتے تھے۔

اول تو نہایت تعجب ہے کہ مفسرین یا مترجمین قرآن نے لفظ طیر کے معنی
مرغان یا پرند جانوروں کے لیے ہیں۔ انکو لشکر سے کیا تعلق ہے لشکر
ایک ترتیب سے کھڑا کیا جاتا ہے مگر پرند یا مہیوں کے ساتھ کس ترتیب سے
کھڑے کیے جاسکتے ہیں۔

طیر کا اطلاق گھوڑوں پر ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان کا لشکر
جسمین جن و انس و گھوڑے تھے جمع کیا گیا۔ جن سے مراد اونچین جنگلی و
پہاڑی انسانوں سے ہے جو لشکر سلیمان میں داخل تھے نہ ان جنوں سے
جنکا وجود صرف مزعومہ و منطونہ جاہلیت سے نہ وجود حقیقی۔ ان صاف
باتوں کو نہ سمجھنے اور ایک عجیب قصہ بنالینے کا سبب یہی ہے کہ دلوں پر جن
چھایا ہوا تھا اور اس طرف خیال بھی نہیں جاتا تھا کہ کوئی انسان بھی ایسے
ہیں جنہیں جن کا اطلاق ہوتا ہے۔

گیا رہوین آیت۔ سو وہ انعام میں خدا نے فرمایا ہے۔ یا معشر الجن قد
استلذتم من الانس۔ مفسرین اور مترجمین نے استلذتم کے معنی یہ لیے ہیں

کہ اے گروہ جنوں کے تمنے بہت سے انسان اپنے تابع بنا لئے ہیں۔
ہم اگرچہ استکثر تم کے معنی اسطرح پر لینے تحقیق سے بعید سمجھتے تھے لیکن
ہے اپنی تفسیر میں انھیں معنوں کو اختیار کر لیا کیونکہ ہمارے نزدیک
اسطرح معنی لینے میں لفظ یا کا جو جنوں کے لئے بطور نداء کے آیا ہے صرف
بطور خطابیات کے ہے جیسے کہ بیجان چیزوں کو ندا کیجاتی ہے۔ مثلاً سورہ
ہود میں ہے۔ یا ارض ابلعی ماءک و یا سما اقلعی۔ اور سورہ انبیاء میں ہے۔
یا نار کوئی بردا و سلاما علی ابراہیم۔ اور سورہ سبا میں ہے یا جبال اوّلی
معه۔ مگر ہمارے نزدیک یہاں بھی جن سے وہی جنگلی و پہاڑی آدمی مراد
ہیں۔ اس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نیک و بد انسانوں کا برابر ذکر
کرتا آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت میں سب کو اکٹھا کریں گے اسی کے ساتھ اون
لوگوں کو جو پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپے رہتے تھے خطاب کر کے بتلایا کہ تم
بہت زیادہ جمع کر لئے گناہ نسبت شہر والوں کے۔ پس استکثار سے زیادتی
معاصی میں مراد ہے جیسے کہ ہمیشہ پہاڑی و جنگلی آدمی نسبت شہر والوں کے
زیادہ قتل و غارت اور انواع معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسلئے انکو خاص
خطاب کیا اور پھر دونوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ یا معشر الجبّ و الانس الہ یا انکم
رسلاً منکم۔ کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے۔ اسلئے اس مقام پر
بھی جن سے مرعومہ و مظلونہ عرب جاہلیت مراد نہیں ہے۔

بارھویں آیت۔ سورہ جن کی ہے جہان خدا نے فرمایا۔ قل اوحی الی اندستم
نفر من الجن فقالوا اناسمعا قراناً عجیباً یدی الرشد فامتابہ ولن نشرک
بربنا احدا۔

تیرھویں آیت۔ سورہ احقاف کی ہے جہان خدا نے فرمایا ہے۔ واذ صرفنا
الیک نفر من الجن لیستمعون القرآن فلما حضرہ قالوا انصتوا فلما قضی
ولوا الی قعۃ من ذرین۔

یہ دونوں آیتیں ایک ہی واقعے سے متعلق ہیں اور جو لفظ جن کا اومین آیا ہے
وہ بالکل دو سے معنوں میں ہے یعنی اُن لوگوں کی نسبت جنہوں نے چھپکر اور
پوشیدہ ہو کر قرآن سنا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا آنحضرت سے
پوشیدہ تھے اس لئے اُن کی نسبت جن کا لفظ اطلاق ہوا ہے۔

ترمذی میں ایک بہت لمبی حدیث ابن عباس سے منقول ہے اگرچہ وہ حدیث
بمحافظہ اور سکے مضمون کے جو اس حدیث میں ہے تسلیم کے قابل نہیں ہے
مگر خارج از مضمون راوی کی یہ رائے ہے۔ ما قراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی الجن وکراہیم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو قرآن نہیں سنایا تھا اور اُن کو
دیکھا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے چھپکر قرآن سنا تھا۔
تمام سورہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے چھپکر قرآن سنا تھا
مختلف مذاہب کے انسان تھے اور قرآن سننے کے بعد وہ سمجھے کہ اُن کے

عقیدے اور ان کے خیالات محض غلط ہیں چنانچہ انھوں نے اپنے عقاید اور ان کی غلطیوں کو بیان کیا ہے۔ پس وہ انسان تھے نہ جن پر عومہ و مظنونہ عرب جاہلیت چودھویں آیت - سورہ ہود میں خدا نے فرمایا ہے - وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا مَلَأَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -
پندرھویں آیت - خدا تعالیٰ سورہ سجہ میں فرماتا ہے - لَا مَلَأَ جَهَنَّمَ الْجِنَّةَ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

سولھویں آیت - سورہ ناس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے - اَللّٰهُ يُوَسَّوْصُ وَفِصْلٍ وَرَالنَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ -

ان تینوں آیتوں میں جنت اور ناس کا لفظ آیا ہے بجاے لفظ جن اور انس کے۔ جن اور جنت ایک لفظ ہے البتہ ناس میں تمام انسان شہری ہوں یا پہاڑی سب شامل ہیں مگر پھر جن کو علیحدہ بیان کر نیسے اور انس کو علیحدہ بیان کر نیسے زیادہ تصریح و توثیق حکم کی مقصود ہوتی ہے جیسے کہ عام کو بیان کر نیکے بعد خاص کو پھر بیان کر دیتے ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے میں کان بعد اللہ و ملائکتہ و جبریل و میکال - حالانکہ فرشتوں میں جبریل و میکال داخل تھے مگر پھر ان دونوں کو علیحدہ بیان کر نیسے تاکہ توثیق و تنبیہ حکم کی مقصود ہو۔ اسی طرح ان مقاموں میں جنت کا لفظ فواکرا ناس کا لفظ فرمایا جس میں انسان جن یعنی دہری اور انسان انس یعنی مدری دونوں شامل ہیں اس سے مخاطب اَوَّلُ تِلْكَ وَپہاڑی لوگ میں جن کی نسبت فرمایا تھا

قد استلذتم اور سچو دونوں کو شال کیا۔ اور اسلئے ان دونوں آیتوں سے بھی کسی ایسے مخلوق کا وجود جیسا کہ موعوم و مظنون کفار تھا ثابت نہیں ہوتا۔
ترجمہ دین آیت۔ سورۃ سبا میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ومن الجن من یعمل بین یدایہ باذن ربہ یعنی جنوں میں سے وہ تھا جو حضرت سلیمان کے سامنے اپنے رب یعنی اپنے آقا کے حکم سے کام کرتا تھا۔

تاریخ اور تورات سے پایا جاتا ہے کہ بادشاہ صور نے ایک کاریگر کو جو صو کا رہنے والا تھا حضرت سلیمان کے ہاں کام کرنے کو بھیجا تھا اسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ ومن الجن من یعمل بین یدایہ باذن ربہ۔ اور یہ ایک تاریخی ثابت اس بات کا ہے کہ جن کا لفظ قرآن مجید میں پہاڑی آدمیوں پر طلاق ہوا ہے۔ اٹھا رہو میں آیت۔ سورۃ نمل میں سلیمان اور بلقیس کے قصہ میں خدا نے فرمایا۔ قال عفریت من الجن اذا یتلک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین۔ عفریت کے معنی لغت میں زبردست مضبوط کے ہیں۔ پس جب حضرت سلیمان نے بلقیس کے لئے تخت منگوانا چاہا ایک زبردست پہاڑی آدمی نے کہا میں ابھی اوٹھا لاتا ہوں۔ یہ جو منہترین نے قصہ بنایا ہے کہ وہ تخت شہر سبا یعنی پاکت من میں تھا نہ اسکی کچھ اصلیت ہے نہ اسکا کچھ ثبوت ہے سلیمان کے مکان میں وہ تخت ہوگا انھوں نے اسکو منگوانا چاہا ایک شخص نے کہا حضور میں ابھی اوٹھا لاتا ہوں اس میں نہ کچھ عجیب قصہ ہے نہ کوئی بات ہے

مگر بان دا عظیم کے لیے ممبر پر بیٹھ کر عجیب و غریب دوراز کار اور دور
از عقل باتیں بنانے کو کافی نہیں۔

اونیسویں آیت۔ خدا تعالیٰ نے سو سو سیماں کے قصیدہ میں فرمایا۔
فَلَمَّا خَرَّ تَبَنِيْتَ اِلٰى اَن لَّوْكَ اَنُوَا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعِلَادِ الْمٰهِيْنَ۔
مصریوں میں عام رواج تھا کہ مرنے کی لاش کو مٹی سے محفوظ کر کے رکھ چھوڑتے
تھے اور کسی سہارے سے کھڑا کر دیتے تھے اگر کسی کو آنکھ سے دیکھنا ہو تو
ابھی مصر میں جا کر وہاں کے میوزیم میں دیکھے دو ایک لاشیں میان کی ہوئی
دیوار کے سہارے کھڑی ہو گئی۔

یہ طریقہ مٹی کی نیچا کیو دیون میں جاری ہو گیا تھا حضرت یوسف کی لاش کو
مٹی کر کے رکھا گیا تھا اور جب یہودی مصر سے چلے گئے تھے تو اسکو ساتھ لے لیا تھا
اسی طرح حضرت سلیمان کے مرنے کے بعد اسکی لاش کو مٹی کر کے ایک لکڑی
کے سہارے کھڑا کر دیا ہو گا۔ بیت المقدس کی تعمیر میں ہزاروں جنگلی و پہاڑی
آدمی پڑے آئے تھے اور بیگانہ کام کرتے تھے انھوں نے اس مٹی
کی ہوئی کھڑی ہوئی لاش کو جانا ہو گا کہ حضرت سلیمان زندہ ہیں اور کام کیے جاتے
تھے اتفاقاً اس لکڑی کو جسکے سہارے وہ لاش کھڑی تھی کسی کپڑے نے
کھا لیا اور لاش گر پڑی۔ جب اُن پہاڑی آدمیوں نے جانا کہ وہ مرنے چکے ہیں تو
کام چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اور کہا کہ اگر بلکہ غیب کی بات معلوم ہوتی تو ہم اس

مصیبت میں فرستے یعنی پہلے ہی سے چلے جاتے۔

ہم اپنی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں اور آپ پھر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اس بات سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ سوائے موجودات مری اور محسوس کے کوئی اور ایسی مخلوق موجود نہ ہو جو مری نہ ہو مگر کلامِ اسمین ہے کہ جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا وجود قرآن مجید سے ثابت نہیں۔

علمائے اسلام جن کی تعریف میں بیان کرتے ہیں کہ جسمِ ناری حساس متحرک بالارادہ تشکّل باشکال مختلفہ۔ اسی بنا پر عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک ہوائی گگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں ان میں مرد اور عورت دونوں ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں جنتے جاتے ہیں طرح طرح کی شکلوں میں بجاتے ہیں انسانوں کے سروں پر آتے ہیں اونکو تکلیف پہنچاتے ہیں اونکو اٹھا لیجاتے ہیں اونکو مار ڈالتے ہیں انسانوں پر عاشق ہو جاتے ہیں اونکو تازہ تازہ میوے لاکر دیتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے مگر جب چاہیں اور جیسی شکل میں چاہیں اپنے تئیں دکھلا دیتے ہیں یعنی اپنے جسم میں دفعتاً ایسا مادہ پیدا کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ آدمی کی صورت بنکر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں عامل اونکو آدمی بنا کر اپنے گھوڑے کا سائیس کر لیتے ہیں۔ مگر اسمین سے ایک بات بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں۔

کتب احادیث و سیر میں جو قصے جنوں کے لکھے ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے کہ اس زمانہ میں مشہور ہوتے ہیں اور جنکی کچھ ہلکت نہیں ہوتی کوئی ایسی معتبر حدیث موجود نہیں ہے جس سے واقعی حالات ایسی مخلوق کے اور انکے ایسے افعال کے جیسا کہ عرب جاہلیت کو خیال تھا ثابت ہوتے ہوں۔

تمام علمائے علم حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ کل حدیثیں بالمعنی روایت گئی ہیں نہ باللفظ اسلئے الفاظ حدیث اس اخیر راوی کے متصور ہوتے ہیں جس نے روایت کی جنھوں نے اسکو حدیث کی کتابوں میں نقل کیا اور اس سبب سے حدیثیں کلام مولدین قرار پائی ہیں جسے بلحاظ علم ادب استناد نہیں ہو سکتا۔ اور یہی سبب ہے کہ علمائے علم ادب مثل سیبویہ و خفش وغیرہ نے علم ادب میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا بلکہ اشعار جاہلیت اور کلام بدوین سے جو محض جاہل تھے استدلال کیا ہے۔ اس پر صنف خزائن الادب نے بہت بڑی بحث کی ہے اور بہت سے وجوہ بیان کیے ہیں جنکے سبب علمائے علم ادب نے بلحاظ علم ادب کے حدیث پر استدلال کرنا متروک رکھا ہے۔

علاوہ اسکے حدیث کی صحت اور مستند ہونے پر سحران افعال صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے جو اتک متواتر و نسلاً باندل عمل میں آتے رہے ہیں استدلال بھی ممکن ہے کہ ان سے کوئی ایسی بات جسکا ثبوت قرآن مجید سے علانیہ نہ ہوتا ہو ایسے طور پر ثابت ہو سکے جو دنیا و ایسے عقیدے کی ہر جگہ ثبوت نہ عقلاً ہو اور نہ اسکا وجود ظاہر نہ ہو۔

اسلئے اس باب میں حدیثوں اور سیر کی روایتوں سے بحث کرنا ہمارے نزدیک
محض فضول اور بیفائدہ ہے۔ حسب کتاب اللہ۔ مگر ہم ایک حدیث بخاری کی جو
اصح الکتاب حدیث ہے اور ترمذی کی جو بخاری کی اسی حدیث سے متعلق ہے
اور ایک آدھ روایت کتب سیر سے اس مقام پر پیش کیا نقل کرتے ہیں۔

بخاری نے کتاب التفسیر میں سورجن کی تفسیر میں ابن عباس سے یہ حدیث
حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا
ابو عوفۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس قال انطلق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من اصحابہ
عامدین اور سوق عکاظ وقد حیل
بین الشیاطین و بین خبر السماء و ارسلت
علیہم الشہب فرجعت الشیاطین
فقالوا ما لکم قالوا حیل بیننا و بین
خبر السماء و ارسلت علینا الشہب قال
ما حال بینکم و بین خبر السماء الا ما
حدث فاضربوا مشارق الارض و
مغاربھا فانظروا ما هذا الامر الذی

لکھی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابیوں کے ساتھ
سوق عکاظ کی طرف تشریف لے جاتے تھے
اور شیاطین میں اور شیاطین کے آسمان
کی خبر ملنے میں روک ہو گئی تھی اور اوپر
شہاب ثاقب پھینکے جاتے تھے۔ پھر شیاطین
وہاں سے پھرے۔ اونکے بجائے بندوں یا
دوستوں نے یا اونکی قوم نے کہا کہ تمہارا
کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں اور
آسمان کی خبر میں روک ہو گئی ہے اور
ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ (قال)
کیا چیز ہم میں اور آسمان کی خبر میں روک

حَدَّثَنَا فَانْطَلَقُوا فَضَرَبُوا مَشَارِقَ
 الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَنْظُرُونَ مَا هَذَا الْأَمْرُ
 الَّذِي حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ قَالَ
 فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَهَا ثُمَّ إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَخْلَةٍ
 وَهِيَ أَمْدَانِي سُوْقٌ عُكَاظٌ وَهُوَ يُصَلِّي
 بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ
 سَمِعُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ
 وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ هُنَالِكَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ
 فَقَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي
 إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَمَّا نَبَا وَلَدِ نِسْرٍ ابْنِ بَرْتَنَاحٍ
 وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ سَمِعَ
 لَفْزَ مِنَ الْجِبِّ وَإِنَّمَا أَوْحَى إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِبِّ -
 پھر وہیں سے اپنی قوم کے پاس لوٹے اور کہا اے ہماری قوم میںنے سنا ایک عجیب
 قرآن جو اچھی راہ پر ہدایت کرتا ہے پھر ہم لو اوپر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار
 کے ساتھ کسی کو شرک نہیں کریں گے۔ اوسوقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی ہے۔ مگر کوئی نئی بات ہوئی ہے۔
 بھر جاؤ دنیا میں اوسکے مشرق سے آسکے
 مغرب تک اور دیکھو کہ کیا یہ بات ہے جو نبی
 پیدا ہوئی ہے پھر وہ چلے اور دنیا میں اوسکے
 مشرق اور اوسکے مغرب میں دیکھتے ہوئے
 پھر کے کہ کیا یہ بات ہے جو روک ہو گئی ہے
 ہرمین اور آسمان کی خبر میں کہا کہ جو شیاطین
 چلے وہ آئے تھامنے کی طرف رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم پاس بخلہ میں اور انحضرت سُوْق
 عکاظ کو جاتے تھے اور اپنے اصحاب کے
 ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر جب
 اون شیاطین نے قرآن سنا تو خوب غور
 سے سنا پھر بولے یہی وہ چیز ہے جو
 ہرمین اور آسمان کی خبر میں روک ہے۔

پر یہ آیت نازل کی۔ قل اوحی الی اللہ اتمتع نفر من الجن۔ اور وحی جو نازل ہوئی تھی وہ جنوں کی بات کرتا تھی۔

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے محمد اسماعیل بخاری کے نزدیک
اوسکے راوی معتبر ہونگے مگر عام طور پر حدیث سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابن عباس بھی
آنحضرت کے ساتھ اوس مقام پر موجود تھے۔ اور اگر نہیں تو انھوں نے کیونکر جانا کہ
شیاطین میں یہ سب باتیں ہوئی تھیں کیونکہ ایک اشارہ بھی اس حدیث میں
اسپر نہیں ہے کہ آنحضرت نے ابن عباس سے وہ باتیں جو جنوں میں باہم ہوئی تھیں
نوائی ہوں۔ اس کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ قال فانطلق اللّٰہ فوجھوا نحو تماتہ قال فی ضمیر
حضرت ابن عباس راوی کی طرف راجع ہے پھر انھوں نے کس طرح جانا کہ جنوں نے
قرآن سنا اور ایمان لے آئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ ہماری اور آسمان کی خبر میں
یہی روک ہو گئی ہے۔

علاوہ اسکے شہاب ثاقب کا شیاطین پر پڑھینکے جانیکا ذکر ہے وہ کوئی نئی بات
نہیں ہے۔ دنیا جب سے پیدا ہوئی ہے ہمیشہ شہاب ثاقب بھی چلتے رہے ہیں۔
کہ تقد تعجب ہے کہ ترمذی کی حدیث میں ہے ولم تکر التجوم یرمی ہما قبل ذلک یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ستارے یعنی شہاب ثاقب نہیں
مارے جاتے تھے۔ اوسکے اوپر یہ بات کہنی کہ پہلے تھوڑے ستارے مارے جاتے
تھے اور آنحضرت کے مبعوث ہونے کے بعد کثرت سے مارے جاتے تھے۔ ایک

ایسی بات ہے کہ کوئی شخص جو شہاب ثاقب کے اسباب سے واقف ہے قبول نہیں کرسکتا
 زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ روک تو ہوئی تھی آسمان پر اور وہ اس روک کے تلاش کرنے کو زمین میں
 مشرق سے مغرب تک دوڑتے پھرے۔ وانا اقم باللہ اللہ نفسی بیدلہ لیسر ہذا
 قول رسول اللہ صلعم۔ معلوم نہیں کہ درحقیقت کیا بات تھی اور حضرت عباس نے
 کیا نوایا تھا اور راوی کیا سمجھے۔ پہلے راوی نے دوسرے راوی سے کیا کہا اور
 دوسرے نے تیسرے سے اور تیسرے نے چوتھے سے اور چوتھے نے پانچویں سے
 اور جو کچھ بخاری نے اپنی کتاب میں لکھا پانچ جملہ آدمیوں میں ہو کر آیا اور مسلمانین
 کیا کیا تغیر و تبدل مضمون میں اور الفاظ میں ہو گیا۔

تذوی میں یہی حدیث ہے اور حضرت ابن عباس ہی کی روایت سے حسین اور نکے سوا
 حد ثنا عبد الرحیم دثنی ابو الولید نا ابو عوانہ تین اور راوی بھی وہی ہیں جو بخاری کے راوی
 عن ابن بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال میں۔ اور وہ حدیث اس طرح پر آئی ہے کہ ابن عباس
 ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجب و لا انکم انظرتم
 انطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطاف من
 اصحابہ عامدین الی سواق علیہ و قیل جیل بین
 الشیاطین و بین خد السماء و ارسلت علیہم الشہب
 فرجت الشیاطین الی القوقاع فقالوا مالکم قالوا قد جیل بیننا و بین
 روانہ ہوئے۔ اور شیاطین میں اور آسمان
 کی خمین روک ہو گئی تھی اور دیکھنے جاتے تھے

خبر السماء وأرسلت علينا الشمس فقالوا
ما حال بيننا وبين خبر السماء ألا من
حدّث فاضربوا مشارق الأرض و
مغاربها فانظروا ماذا الذي حال بينكم
وبين خبر السماء قال فانطلقوا فيضربون
مشارق الأرض ومغاربها يتفخفون ما هذا
الذي حال بينهم وبين خبر السماء فانضروا
اولئك النفر الذين توجّهوا نحو قامة
الرسول الله صلى الله عليه وسلم
وهو بخلة عامداً الى سوق عكاظ وهو
يُصلّي بأصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا
القرآن استمعوا له فقالوا هذا والله
الذي حال بينكم وبين خبر السماء قال
فهنالك رجعوا الى قومهم فقالوا
يا قومنا انا سمعنا قرأنا عجبا يهدى الى
الرشد فامثابه ولن نشرّك برسنا
احداً فانزل الله تبارك وتعالى

اوپر شہاب ثاقب پھر لوٹے شیاطین اپنی قوم
کے پاس اونھوں نے کہا کہ کیا تمہارا حال
ہے اونھوں نے کہا کہ روک ہو گئی ہے ہم میں
اور آسمان کی خبر میں اور پھینکے جاتے ہیں
ہم پر شہاب ثاقب پھر انھوں نے کہا کہ کیا چیز
روک ہو گئی ہے ہم میں اور آسمان کی خبر میں
اگر کسی نئی چیز ہے - پھر جاؤ دنیا کے مشرق
اور اوکے مغربوں میں پھر دیکھو کیا یہ چیز ہے
جو روک ہوئی ہے ہم میں اور آسمان کی خبر میں
کہا - پھر وہ گئے دنیا کے مشرق اور اوکے
مغربوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہ کیا یہ ہے
جو روک ہو گئی ہے انہیں اور آسمان کی خبر میں
پھر پھر یہ لوگ جو متوجہ ہوئے تھے
تمہارے کوط رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور وہ غلہ میں تھے ارادہ کرتے ہوئے جانیکا
سوق عکاظ کی طرف اور وہ نماز پڑھ رہے تھے
اپنے اصحابوں کے ساتھ فجر کی - پھر جب

عَلٰی نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اَوْحٰی
 اِلٰی اَنْهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَآثَمُوا وَاَوْحٰی
 اِلَيْهِ قَوْلَ الْغُبَرِ وَهَذَا لَا سَنَادَ عَنْ ابْنِ
 عَبَّاسٍ قَالَ قَوْلَ الْجِنِّ لَقَوْمٌ لِّمَا قَامَ
 عَبْدُ اللهِ يَدْعُوهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ
 لَبَدًا اَقْلَ لِمَا رَاَوْهُ يَصْلُوْنَ وَاَصْحَابَهُ يَصْلُوْنَ
 بِصَلَاتِهِ وَيَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهِ قَالَتْ جُعِلُوا
 مِنْ طَوَائِعِ اَصْحَابِهِ لَقَالُوْا الْقَوْمُ
 لِمَا قَامَ عَبْدُ اللهِ يَدْعُوهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ
 عَلَيْهِ لَبَدًا هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ - قُلْ اَوْحٰی اِلٰی اَنْهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَآثَمُوا
 جو وحی بھیجی گئی تھی وہ جنوں کی بات تھی۔ اور انھیں راویوں نے ابن عباس سے
 روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ بات جنوں کی اونکی قوم کے لیے یہ تھی لما قام
 عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا۔ ابن عباس نے کہا کہ اونکا یہ کہنا
 اسلئے تھا کہ انھوں نے دیکھا آنحضرتؐ کو اور انکے اصحاب کو نماز پڑھتے ہیں
 آنحضرتؐ کی نماز کے ساتھ اور سجدہ کرتے ہیں آنحضرتؐ کے سجدہ کے ساتھ تو انھوں نے
 تعجب کیا آنحضرتؐ کے لیے انکے اصحاب کی اطاعت سے تو انھوں نے اپنی قوم
 سے کہا لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا۔ یعنی جب کھڑا ہوا تب

انھوں نے تو ان سے کہا اور اسکو خوب سنا
 تو انھوں نے کہا یہ قسم اللہ کی روک ہوا ہے
 ترہن اور آسمان کی غیب زمین۔ کہا۔ پھر اسی
 جگہ سے دو لوگ اپنی قوم کی طرف پھر انھوں
 نے کہا اے ہماری قوم بیشک تجھے سنا تو ان
 عجیب ہدایت کرتا ہے اچھی طرف پھر ہم ان
 لے آئے اور سپر اور ہم نہ شریک کریں گے اپنے
 پروردگار کے ساتھ کسی کو پھر تو ماری اللہ بکرت والے
 نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
 قُلْ اَوْحٰی اِلٰی اَنْهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَآثَمُوا

اللہ کا کہ عبادت کرنے اور کسی قریب تھا کہ ہو دین اور سپر جگہ۔

باوجودیکہ یہ ایک حدیث ہے اور وہی اسکے راوی ہیں جو بخاری کی حدیث کے راوی ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں جو وہ جگہ اختلاف ہے جسکو ہم بیان کرینگے اور وہ اختلاف صرف لفظی ہی نہیں ہے بلکہ ایسا اختلاف ہے جس سے بہت کچھ مطلب بدل جاتا ہے اور وہ اختلاف یہ ہیں۔

ترمذی

۱ قال ما رواه رسول الله ﷺ عليه وسلم عن النبي ﷺ

۲ فرجعت الشيطان الى قومهم

۳ فقالوا ما حال بيننا وبين خبر السماء

۴ الا من حدث

۵ فانظروا ما هذا الذي حال بينكم وبين خبر السماء

۶ فانطلقوا فصرخوا مشارق الارض ومغاربها

۷ يبتغون ما هذا الذي

۸ فانظروا اولئك النفر الذين توجهوا نحو قاهمه

۹ وهو بخلة عامدا الى سوق عكاظ

۱۰ استمعوا له

۱۱ فقالوا هذا الذي حال بينكم وبين خبر السماء

۱۲ قال فما لك ترجعوا الى قومهم

۱۳ فانزل الله تبارك وتعالى

۱۴ وهذا الاسناد عن ابراهيم بن عيسى قال قول الجن

لقومهم لما قام عبد الله يدعوا كادوا

يكونون عليه لبداء قال لما راوه يصلي

واصحابه يصلون بصلاته ويسجدون

يسجدون قال تعجبوا من طاعة اصحابه له قالوا

لقومهم لما قام عبد الله يدعوا كادوا يكونون عليه لبداء

بخاری

۱ + + + + +

۲ فرجعت الشيطان

۳ قال ما حال بيننا وبين خبر السماء

۴ الا ما حدث

۵ فانظروا ما هذا الامر الذي حدث

۶ فانطلقوا فصرخوا مشارق الارض ومغاربها

۷ ينظرون ما هذا الامر الذي

۸ قال فانطلق الذين توجهوا نحو قاهمه

۹ بخلة وهو عامدا الى سوق عكاظ

۱۰ تسمعوا له

۱۱ فقالوا هذا الذي حال بينكم وبين خبر السماء

۱۲ فما لك ترجعوا الى قومهم

۱۳ وانزل الله تعالى

۱۴ + + + + +

۱- یعنی ترمذی مین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنون پر تو ان نہیں پڑا اور نہ اونکو دیکھا۔ مگر بخاری مین یہ جملہ نہیں ہے۔

۲- ترمذی مین ہے کہ پھر شیاطین پھرے اپنی قوم کے پاس مگر بخاری مین اپنی قوم کے پاس نہیں ہے۔

۳- بخاری مین لفظ قال ہے جسکی ضمیر بطاہر اوی کی طرف سے پھرتی ہے اور اگر

کوئی لفظ متھ رانو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ مگر ترمذی مین لفظ قالوا ہے یعنی شیاطین کی قوم نے کہا کہ کیا چیز روک ہے تمہیں اور آسمان کی خبر مین۔

۴- بخاری مین ہے کہ کوئی چپ نہی پیدا ہوئی ہے اور ترمذی مین ہے کہ نہی چیز پیدا ہونے سے ہے۔

۵- بخاری مین ہے پھر دیکھو کہ کیا یہ بات ہے جو پیدا ہوئی ہے اور ترمذی مین ہے پھر دیکھو کہ کیا ہے یہ جو روک ہے تمہیں اور آسمان کی خبر مین۔

۶- بخاری مین ہے پھر وہ گئے اور چلے زمین یعنی دنیا کے مشرقون اور اسکے مغربون مین۔ ترمذی مین ہے پھر وہ گئے چلتے زمین یعنی دنیا کے مشرقون اور اسکے مغربون مین۔

۷- بخاری مین ہے دیکھو کہ یہ کیا بات ہے۔ ترمذی مین ہے کہ دھوٹہ ہو گیا ہے۔

۸- بخاری مین ہے قال پھر اسکی ضمیر مین شکل پڑی ظاہر مین یہ ہے کہ اوی نے کہا۔

ترمذی مین لفظ قال نہیں بلکہ یونہی کہ پھر پھرے وہ گروہ جو متہید ہے تمہیں تمامہ کی طرف۔

۹۔ بخاری میں جو کلمہ کا لفظ مؤخر ہے اور ترمذی میں مقدم۔

۱۰۔ بخاری میں تسموا کا لفظ ہے اور ترمذی میں استعمال۔

۱۱۔ ترمذی میں واللہ کا لفظ قسم ہے اور بخاری میں واللہ کا لفظ نہیں ہے۔

۱۲۔ پھر وہ ان سے پھرے مگر ترمذی میں لفظ قال ہے جبکہ ضمیمہ بخاری میں
کی طرف سے پھرتی ہے یعنی راوی نے کہا کہ پھر وہ ان سے پھرے۔

۱۳۔ بخاری میں وانزل اللہ تعالیٰ ہے اور ترمذی میں ہے فانزل اللہ تبارک وتعالیٰ۔

۱۴۔ اخیر طولانی عبارت ترمذی میں ہے اور بخاری میں نہیں ہے۔

یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ احادیث بالمعنی بیان ہوئی ہیں نہ باللفظ اور اسلئے
نہایت شبہ رہتا ہے کہ راوی اوّل نے کیا بیان کیا تھا اور رفتہ رفتہ اس میں کیا تغیر
و تبدل ہو گیا۔ اسلئے جہاں تک ممکن ہو اس قسم کے حالات میں جو تخصص سے متعلق ہیں
صرف قرآن مجید کے الفاظ پر منحصر رہنا چاہیے اور ان قصوں کی پیروی کرنے سے
بچنا چاہیے جو کتب احادیث و تفاسیر و سیر میں مندرج ہیں۔

جنوں ہی کے متعلق ایک اور حدیث ترمذی میں آئی ہے۔ پہلے راوی ابن مسعود ہیں

حدیث نا علی بن حجر اسماعیل برابر اہم عن اوکے بعد علقمہ ہیں اور علقمہ سے شبی نے

داؤد عن الشّعبی عن علقمہ قال قلت لابن روایت کی ہے اور او نے اور وہ نے علقمہ نے

مسعود ہل صحابہ اللہ علیہ وسلم کہا کہ میں نے ابن مسعود سے پوچھا کہ لیلۃ الجن

لیلۃ الجن منکم احدا قال ما صحبہ منا احد میں تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ولكن اقتدانا ذات ليلة وهو بمكة فقلنا
 اغتيل استطير ما فعل قيتنا بشر ليلة
 ما قوم حتى اذا اصبحنا اوكان فوجه
 الصبر اذا نحن به نجي من قيل حرا قال
 فذكر والله الذي كانوا فيه قال فقال اناني
 داعي الجحيم فاتيهم فقرات عليهم قال
 فانطلقوا رانا اثارهم واثار سيرتهم قال
 الشيعي وسالوه الراد وكانوا من جرح الجحيم
 فقال كل عظم لم يذكر اسم الله عليه
 يقع فابداكم او فرما كان لحج وكل بعقر
 اور وثه علف لدا واكمه فقال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فاستنجوا بها فاها
 زادوا نكم من الجحيم هذا حديث حسن صحيح
 .بھی نام چھوڑ دیا ہے اور علقہ کا بھی نام چھوڑ دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ (شعی نے کہا
 کہ انھوں نے اونسے خوراک سوال کیا اور وہ تھے جزیرہ کے جن پھر کہا) غالباً قال
 کی ضمیر اوسے طرف سے پھرتی ہے جس طرف سالواد کی ضمیر اربع سے یعنی آنحضرت کی طرف
 تمام پیمان جزیر نام خدا کا نہیں لیا گیا تمہارے ہاتھ لگین گی بہت زیادہ ہو گئی گوشت

تھا انھوں نے کہا کہ ننیں ہم میں سے کوئی
 نہ تھا لیکن سہنے ایک رات آنحضرت کو جبکہ وہ
 مکہ میں تھے کھویا تھا۔ پھر سہنے کہا کہ کوئی دھوکہ
 دیکراؤ نلو پکڑ لے گیا۔ پھر سہنے نہایت مصیبت
 کی رات جو کسی قوم پر گزری ہو بسر کی یہاں تک
 جب سہنے صبح کی با صبح ہونے لگی کہ ہم تک پاس
 تھے وہ آتے تھے راکھیز سے پھر سہنے آئے کہا جو میر
 ہوا تھا۔ راوی نے کہا پھر فرمایا آنحضرت نے
 کہ جنوں کا ایچی میرے پاس آیا پھر میں
 اونکے پاس گیا پھر اونکے سامنے قرآن پڑھا
 راوی نے کہا پھر وہ گئے اور کھواؤنکے یعنی
 جنوں کے نشان اور اونکے الاؤ دکھائے
 (اسکے آگے اس حدیث میں ابن مسعود کا
 بھی نام چھوڑ دیا ہے اور علقہ کا بھی نام چھوڑ دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ (شعی نے کہا
 کہ انھوں نے اونسے خوراک سوال کیا اور وہ تھے جزیرہ کے جن پھر کہا) غالباً قال
 کی ضمیر اوسے طرف سے پھرتی ہے جس طرف سالواد کی ضمیر اربع سے یعنی آنحضرت کی طرف
 تمام پیمان جزیر نام خدا کا نہیں لیا گیا تمہارے ہاتھ لگین گی بہت زیادہ ہو گئی گوشت

سے اور انہیں ان کی تمام جنگیں یاد اور گورنر تمہارے چار پاپیوں کا چارہ ہے پھر فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت استنجا کرو ان دونوں سے کہ وہ دونوں خوراک ہیں تمہارے بھائیوں کی جو جنوں میں سے ہیں۔

ممکن ہے کہ کسی جزیرے کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوں اور آپ ان کے پاس تشریف لے گئے ہوں اور آنحضرت نے نشان کسی قافلہ کے ٹھہرنے کے بوشل الاؤلگا نے کے ہوتے ہیں دکھائے ہوں۔ اور رفتہ رفتہ راویوں کے خیال میں جو جن چھا گیا تھا اوس سے انہوں نے ان لوگوں کو جن مزمعہ و مظلونہ سمجھا ہوا کہ قافلہ کے نشان صریح انسانوں کے قافلہ پر دلالت کرتے ہیں لیکن آدمی حدیث میں جو دو اصلی راویوں کو چھوڑ کر شعبی سے روایت لکھی ہے اوپر کیونکر اعتقاد ہو سکتا ہے اور جو کچھ شعبی نے بیان کیا ہے وہ ایک عام مشہور بات تھی جس کو اوسنے حدیث سے طاریا قدیم سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ جن ہدیان اور گورنر جاتے ہیں تعجب یہ ہے کہ ان کے اجسام کو نہایت لطیف ہواے ناری مانتے ہیں اور ان کی خوراک یہ کچھ پس ایسے قصص و حکایات ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں شامل کیے جاویں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوں و قسم باللہ ان ذاتہ الشریف یروی عن مثل ذلک الہفوات۔

حدیث کی کتاب میں نہایت قابل ادب ہیں ان کے جامعین نے ایک طرح سے نہایت احسان کیا ہے کہ احادیث کے جمع کرنے میں استقدر محنت کی ہے مگر ان کا ایسا کرنا

قرنِ اوّل کے صحابہ کرام کے بر غلاف ہوا بہر حال انھوں نے جو کچھ کیا نہایت نیک نیتی اور محبتِ اسلام سے کیا وہ خود بھی نہایت بزرگ اور قابلِ ادب تھے مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ انکی حدیثیں مثلِ قرآن مجید کے بری عن التہو والخطا ہیں۔ معذرا! اون بزرگوں نے حتی المقدور راویوں کے ثقہ اور معتبر ہونے پر حدیث کی صحت کا مدار رکھا ہے مگر اوسکی صحت کی پرتال میں درایت سے کام نہیں لیا اور یہ باریک بات یا تو مخالفین مذہبِ اسلام کی نظر سے چوک گئی ہے یا قصداً انھوں نے اوسکو ترک کر دیا ہے۔ اور احادیث و روایات کے استدلال سے مذہبِ اسلام پر اعتراض کیے ہیں اس میں کیتقد رخطاً مسلمانوں کی ہے کیونکہ اصولِ حدیث میں حدیث کی صحت تسلیم کرنے کو درایت کو قایم کیا ہے مگر افسوس کہ اوسپر عمل بہت ہی کم کیا ہے پس حدیثوں پر استدلال کرنے میں لازم ہے کہ علاوہ دیگر اصولِ تصحیح حدیث درایتاً بھی اوسپر نظر ڈالی جاوے کہ از روے درایت کے بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس اصول سے کوئی حدیث جو صحیحین کی یا اور کوئی کتب حدیث کی بری نہیں ہو سکتی۔

سیرت ابن ہشام میں اس سے بھی زیادہ غیر مفہوم باتیں لکھی ہیں۔ اسماء بنت قالت (اسماء بنت ابی بکر) قالت ثم انضغنا ابی بکر کا قول لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ فمکثنا ثلاث لیل ماندری ابن وجہہ مکہ سے تشریف فرما ہوئے تو تین رات رسول اللہ صلم حتی اقبل رجل من الجن من اسفل مکہ تیغنی بابیات من آنحضرتؐ کسطن تشریف لیگئے

شعر غناء العرب وَاِنَّ النَّاسَ لَيَتَّبِعُوْنَہِ سَمْعًا
صوتہ و ما یرودہ حتیٰ خرہم من اعلاء مکہ و هو
بقول

جز الله رب الناس خير جزا
رفیقین حلّا یخمتی اُمّ مَعْبِدِ
ہما نزل لا یالِ بَرٍّ ثُمَّ تَرَوْحَا
فافلح من امسی رفیق محمد
لیہنی بنی کعب مکان فتاتھم
و مقعدھا للمؤمنین ہم صمد

قال ابن اسحاق قالت اسما بنت ابی بکر فلما سمعنا
قوله علمنا حیث وخبہ رسول اللہ صلعم
وان وجهہ الى المداینة وکانوا اربعة
رَسُولُ اللہ صلعم و ابو بکر و عامر بن نفیرة
مولیٰ ابی بکر و عبد اللہ بن ارقط و لیلھا۔

یہا تک کہ ایک شخص جنون میں سے
اسفل مکہ سے چند عربی شعر عرب کے
راگ کے گاتا ہوا آیا لوگ اس کے پیچھے
ہوئے اس کی آواز سنتے تھے اور
اس کو نہ دیکھتے تھے یہا تک کہ وہ
اعلیٰ مکہ سے چوکر چلا گیا ان شعروں کا
ترجمہ یہ ہے۔ بلاؤے۔ اللہ پر دعا
لوگوں کا اچھا بدلہ اپنا۔ دو رفیقوں کو
جو ٹھہرے نیموں ام معبد میں۔
وہ دونوں اترے ساتھ نیکی کے۔

پھر دونوں چلے گئے۔ پھر نزل چائی
اوس شخص نے جو ہوا رفیق محمد کا
تاکہ مبارک ہو بنی کعب کو جگہ اذکی
لڑکی کی (یعنی اُمّ معبد کی جو بیٹی

تھی کعب کی اور ایک عورت تھی بنی کعب کی جو ایک شاخ ہے خزا عہ کی)

دارن حالیکہ اس کے رہنے کی جگہ مسلمانوں کے لیے جگہ تھی ٹھہرنے کے لیے۔
ابن اسحاق نے کہا کہ اسما بنت ابی بکر نے کہا کہ جب رہنے اس کا یعنی جن کا یہ گانا سنا تو

ہم نے جان لیا جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے ہین اور اونکا جانا مدینہ کی طرف تھا اور وہ چار شخص تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ابوبکر۔ اور عامر بن نفیرہ۔ سولی ابی بکر۔ اور عبد اللہ بن ارقط۔ اونکا اگوا یعنی راہنما۔

اس قسم کی تمام روایتیں محض نامتقدمین افواہی بے اصل باتیں جیسے کہ اس زمانہ میں بھی مشہور ہوتی ہیں اس طرح اس زمانہ میں بھی بہت سی بے اصل باتیں مشہور ہوتی تھیں جنکو اہل سیر نے بطور روایت اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

سیرت ابن اسحق ان تمام قصوں کی جڑ ہے اور اس میں بھی بہت سے اشعار مختلف

قصوں پر لکھے ہیں وہ سب مصنوعی اور بنائے ہوئے ہین۔ میزان الاعتدال ذہبی

ابوبکر بن ابی واؤد حدیثی انشا میں لکھا ہے کہ ابوبکر شیبانی نے

ابن ابی عمر الشیبانی سمعت ابی یقول اپنے باپ سے سنا کہ وہ کہتے تھے

روایت محمد بن اسحق یعظمی الشعراء کہ میں نے محمد بن اسحق کو دیکھا کہ وہ

الاحادیث یقولون علیہا الشعر شاعر و نکو حدیثین دیتا تھا اور

وقال ابوبکر الخطیب رومی ان وہ اوپر شعر کہہ دیتے تھے۔ اور ابوبکر

ابن اسحق کان یدفع الشعر وقتہ اخبار المغازی دیسٹلم

ان یقولوا فیہا الأشعار للحقما ہا۔ کے پاس مغازی کے اخبار سمجھتا تھا

اور اونے چاہتا تھا کہ اس کے لیے

(میزان الاعتدال ذہبی)

شعر کہدین۔ پس تمام قصوں میں جو اشعار مندرج ہیں وہ ہرگز اس زمانہ کے جسکے وہ قصے ہیں اور اون لوگوں کے جسکے وہ قصے ہیں نہیں ہیں بلکہ مصنوعی ہیں جو انکے نام سے اُن قصوں میں لگا دیئے ہیں۔

بَاحِثُ
مَکْتُوبِ

